اخبارِ امت

جنوبی افریقہ: قادیانیت کے بارے میں عدالت عالیہ کا فیصلہ

پروفیسر خورشید احمد و ڈاکٹر سید حبیب الحق ندوی

پاکستان میں قومی اسمبلی اور سینیٹ نے ۱۹۷۴ء میں ایک تاریخی دستوری ترمیم کے ذریعہ ' جو متفقہ طور پر منظور ہوئی ' مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام پیروؤں کو خواہ ان کا تعلق احمدی قادیانی گروہ سے ہو یا احمدی لاہوری گروہ سے ' اسلام کے دائرہ سے خارج اور ایک مستقل بذات مذہب قرار دیا۔ اس ترمیم کے نتیجہ میں ''مسلمان'' کی ایک ایسی واضح اور دستوری تعریف متعین ہوگئی جس کی روشنی میں ساری دنیا میں مسلمان اور قادیانی دو الگ امتیں قرار پائے۔ امت مسلمہ کے اس اجماعی فیصلہ کو ساری دنیا میں تسلیم کر لیا گیا۔ وفاقی شرعی عدالت نے بھی اس پر مہرِ تصدیق ثبت کی۔ اس طرح ایک ایسے فتنہ کی صحیح پوزیشن کا تعین ہو گیا جو ایک صدی سے امت مسلمہ کو برطانوی سامراج کی اسکیم کے تحت 'منتشر کرنے اور اس کے عقیدہ اور عمل میں دراڑیں ڈالنے میں مصروف تھا۔

پاکستان اور عالم اسلام میں اس ہزیمت کے بعد قادیانی گروہ نے اپنی سرگرمیاں امریکہ ' یورپ اور افریقہ کے ان ممالک میں تیز تر کر دیں جہاں عیسائی یا سیکولر حکومتیں ان کو تحفظ فراہم کر رہی تھیں۔ جنوبی افریقہ میں احمدیوں نے مسلمانوں کو چیلنج کیا ' اور کیپ ٹاؤن کی عدالت عالیہ میں اپنا یہ ''حق'' منوانے کی کوشش کی کہ ان کو ''مسلمان'' تسلیم کیا جائے اور مسلمانوں کی مساجد میں عبادت اور ان کے قبرستانوں میں دفن کا ''حق'' دلوایا جائے۔ یہ مقدمہ ۱۹۸۲ء میں دائر کیا گیا اور اس کا آخری فیصلہ اب اگست ۱۹۹۵ء میں ہوا ہے۔ الحمدللہ جنوبی افریقہ کی اعلیٰ ترین عدالت کے فل بنچ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ کون مسلمان ہے اور کون مسلمان نہیں ' اس امر کا فیصلہ کرنے کے مجاز خود مسلمان اور ان کے اعلیٰ ترین دینی اور قانونی ادارے ہیں اور ایک سیکولر حکومت کو اس بات کو تسلیم کرنا چاہیے جو مسلمان خود طے کرتے ہیں اور ان پر اپنی کسی تعبیر کو مسلط نہیں کرنا چاہیے۔

کیپ ٹاؤن میں احمدیوں کی ایک نہایت قلیل تعداد مقیم ہے۔ اس گروہ کے چند افراد نے پہلے تو زبردستی وہاں کی مساجد میں داخل ہونے کی کوشش کی جسے مسلمان کمیونٹی نے سخت ناپسند کیا۔ پھر انھوں

نے کیپ ٹاؤن کی عدالت عالیہ میں ایک مقدمہ مسلم جوڈیشیل کونسل (MJC) جس نے احمدیوں کے غیر مسلم ہونے کا اعلان کیا تھا اور جس میں کیپ ٹاؤن کی تمام ہی مساجد کے امام اور دوسرے علما شریک ہیں' کے خلاف دائر کرایا' اور بنیادی حقوق کا سہارا لے کر مطالبہ کیا کہ عدالت ان کو مساجد میں داخلہ' مدارس سے استفادہ اور مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن کے حقوق دلائے۔ مقدمہ نے صرف جنوبی افریقہ ہی نہیں پورے براعظم افریقہ میں اہمیت اختیار کر لی۔ جنوبی افریقہ کی تمام مسلمان تنظیموں نے' ہر اختلاف سے صرف نظر کر کے' اس مقدمہ میں مسلمانوں کے موقف کو یک جان اور یک زبان ہو کر پیش کیا' اور عالم اسلام سے بھی مدد کی درخواست کی۔ جامع الازھر نے ایک خاص ''فتویٰ'' جاری کیا' اور پاکستان نے ایک وفد مولانا ظفر احمد انصاری مرحوم کی قیادت میں بھیجا جس نے مسلم جوڈیشل کونسل کی مدد کی۔ جنوبی افریقہ کے مشہور وکیل اسماعیل محمد اور اٹارنی احمد چوہان نے بڑی قابلیت کے ساتھ مقدمہ کی پیروی کی۔ پاکستان کی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے ڈاکٹر محمود احمد غازی نے بطور گواہ اور علمی معاون کے دو ہفتے سے زیادہ عدالت کے سامنے مسلمانوں کا موقف پیش کیا۔ جسٹس محمد افضل چیمہ' جسٹس محمد تقی عثمانی' مولانا محمد یوسف لدھیانوی' ڈاکٹر حبیب الحق ندوی اور تحریک ختم نبوت کے علما نے ہر ممکن معاونت کی۔ مجھے بھی اس مقدمہ کے سلسلہ میں دو بار شریک عدالت ہونے کا موقع ملا۔

کیپ ٹاؤن کی سپریم کورٹ میں مقدمہ کی سماعت دو محور پر گردش کرتی رہی۔ اول یہ کہ آیا احمدی اور لاہوری مسلم ہیں یا مرتد! دوسرے یہ کہ آیا سیکولر عدالت کو کسی مذہبی کمیونٹی کے عقائد کے بارے میں فیصلہ صادر کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ جج برمن (Berman) نے بڑی جسارت کے ساتھ یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ سیکولر (secular) عدالت قطعی مجاز ہے کہ وہ مذہبی عقائد سے متعلق مسائل میں بھی اپنے فیصلے صادر کرے' بلکہ ان معاملات میں سیکولر عدالت زیادہ باصلاحیت (competent) ہے' کیونکہ اس کا فیصلہ خالص انصاف پر مبنی ہو گا اور غیر جانبدارانہ بھی۔ ایم۔جے۔سی نے عدالت کے فیصلہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مقدمہ کو مشترک عدالت سے خارج کرنے کی درخواست کی۔ مقدمہ کی سماعت ثانیہ نومبر ۱۹۸۵ء میں شروع ہوئی۔ ۲ نومبر ۱۹۸۵ کو جج ولیم نے فیصلہ صادر کر دیا کہ احمدی لاہوری چونکہ مسلمان ہیں' لہٰذا ان کے مسلم حقوق بحال کیے جائیں' مساجد میں داخلہ اور قبرستان میں تجہیز و تکفین کی اجازت دی جائے۔

مسلمانوں نے عدالت کے فیصلہ کو مسترد کر دیا اور اعلان کر دیا کہ لاہوری احمدی بھی قادیانیوں کی طرح غیر مسلم تھے۔ ایک کافر جج دوسرے کافر کو مسلم قرار نہیں دے سکتا ہے۔ ایم۔جے۔سی نے تمام مساجد کے ائمہ اور اراکین کمیٹی کو ہدایت جاری کر دی کہ وہ کسی بھی قادیانی احمدی لاہوری یا ان کے حمایتی اور طرفداروں کو مساجد میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں اور مسلم قبرستان میں ان کی تدفین

کی مزاحمت کریں۔ یہ اعلان بھی کر دیا گیا کہ ہر مسلمان عدالت کی حکم عدولی کی سزا بھگتنے اور جیل جانے کے لیے تیار ہے۔ جج ولیم کے فیصلہ کی روشنی میں قادیانی اور "لاہوری احمدی" جسارت کے ساتھ مساجد میں داخل ہونے لگے۔ اس سے فرقہ وارانہ کشمکش میں اضافہ ہوا اور تصادم کے خطرات بڑھنے لگے۔ مساجد اور مقابر میں ان کی مداخلت سے شہر میں فساد کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

مسلم جوڈیشیل کونسل نے ملک کی سب سے بڑی عدالت میں جج برمن اور ولیم کے فیصلوں کے خلاف اپیل دائر کی۔ یہ مقدمہ (Case, No,. 201 / ۱۹۹۲) عدالت عالیہ کے بنچ میں پانچ عالی ججوں کے سامنے پیش ہوا اور اس کی سماعت ۲۱، ۲۲، ۲۴، ۲۵، ۲۸، اور ۲۹ اگست ۱۹۹۵ کو جاری رہی۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۹۵ کو ججوں نے ۱۷۱ صفحات پر مشتمل اپنا فیصلہ صادر کر دیا اور صفحات ۵۴ اور ۱۵۵ پر سابق ججوں کے فیصلوں کو مسترد کرتے ہوئے واضح الفاظ میں اعلان کر دیا کہ:

کسی کمیونٹی کے مذہبی عقائد کے بارے میں فیصلہ خود اس کمیونٹی کے علما اور ماہرین عقائد ہی، جو اس عقیدہ کے محافظ، امین اور مجاور ہیں، کر سکتے ہیں۔ صرف انھی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ یہ فیصلہ صادر کریں کہ کس فرد کے عقائد، مذہب کے تسلیم شدہ عقائد کے مطابق ہیں اور کس فرد کے عقائد اس کے مخالف ہیں۔ اس حق کو کوئی عدالت یا فرقہ سلب نہیں کر سکتا۔ سیکولر یا دنیاوی عدالت کے لیے غیر موزوں ہے کہ وہ فیصلہ صادر کرے کہ کون مسلمان ہے اور کون مرتد ہے۔ کسی فرد کو مذہب کے دائرہ سے خارج کرنے (excommunicate) کرنے کا حق بھی علما ہی کو حاصل ہے۔

جنوبی افریقہ کی عدالت عالیہ کا یہ فیصلہ اب ایک عالمی نظیر (precedent) ہے۔ دنیا کی کسی عدالت میں قادیانی فرقہ یا احمدی اور لاہوری فرقہ منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ کوئی سیکولر عدالت ان فرقوں کو حق تحفظ دینے کی اہل نہیں۔ ان کے بارے میں حتمی فیصلہ امت مسلمہ کے علما اور مذہب کے ماہرین ہی کر سکتے ہیں۔ اگر وہ انھیں غیر مسلم یا مرتد قرار دے چکے ہیں تو کوئی سیکولر عدالت انھیں مسلم قرار نہیں دے سکتی ہے۔ قادیانی جو عام طور پر سیکولر عدالتوں کا سہارا لے کر اپنے حقوق کا تحفظ حاصل کیا کرتے تھے، اب وہ اس فیصلہ کن نظیر کی روشنی میں اس سے محروم ہو چکے ہیں۔ قادیانی تحریک اب جنوبی افریقہ میں درگور ہو چکی ہے۔ تحریک ارتداد کے کفن میں یہ فیصلہ آخری کیل تھی۔

بوسنیا: نیا معاہدہ اور اس کے مضمرات

محمد الیاس انصاری

۶ نومبر ۱۹۹۲ کو سربیا نے بوسنیا ہرزیگووینا پر ایک تباہ کن اور ہولناک جنگ مسلط کر دی، اور بوسنیا

کے عوام کو نسل کشی اور نسلی تطہیر کا نشانہ بنایا گیا۔ مغربی طاقتوں نے دیدہ و دانستہ بوسنیا کی مسلمان ریاست کو غیر موثر بنانے کے لیے سربوں کے ہاتھ مضبوط کیے' اور اسلحہ پر پابندی عائد کر کے بوسنیا کے ہاتھ باندھے رکھے تاکہ وہ اپنا دفاع نہ کر سکے۔ برطانیہ اور فرانس امن مذاکرات کا ڈھونگ رچا کر سربوں کو ان مقاصد اور عزائم کی تکمیل کے لیے' جو مغربی طاقتوں کے اپنے ہی مقاصد تھے' وقت دیتے رہے۔ انھوں نے پانچ مختلف امن منصوبے پیش کیے۔ نومبر ۱۹۹۵ کے آغاز میں یہ کام امریکہ نے سنبھال لیا۔ اور ایک اور (چھٹا) امن منصوبہ پیش کر دیا۔ یہ منصوبہ پہلے پانچ منصوبوں سے مختلف نہ تھا۔ یہ بھی بوسنیا کی تقسیم اور سربوں کو ان کی آبادی کے تناسب سے کہیں زیادہ زمین دینے پر مشتمل تھا۔ لیکن اس نئے منصوبے پر ۲۱ نومبر کو ڈے ٹن (Daytan) کے مقام پر تینوں فریقوں نے دستخط کر دیے۔ جہاں یورپ ناکام ہوا' وہاں امریکہ کے کامیاب ہونے کی وجہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ وہ ایک سپرپاور ہے' اور جنگ کے درماندہ مسلمانوں پر دباؤ ڈالنے میں وہ زیادہ کامیاب رہا۔

اس منصوبے کے تحت:

(۱) بوسنیائی ریاست دو اکائیوں پر مشتمل ہوگی: ایک '۵۱ فیصد علاقے پر مشتمل ۶۹ فیصد (۴۴ فیصد مسلمان' ۱۷ فیصد کروٹ اور ۸ فیصد دیگر غیر سرب لوگوں کی) آبادی کے لیے مسلم کروٹ فیڈریشن اور دوسری ۳۱ فیصد سربوں کے لیے' بقیہ ۴۹ فیصد رقبے پر سرب جمہوریہ۔ اسے دریائے ساوا کے ذریعے بحیرۂ ایڈریاٹک تک رسائی بھی دی گئی ہے۔ (۲) بوسنیا ہرزیگووینا کو اپنی موجودہ سرحدوں میں بین الاقوامی طور پر ایک ملک تسلیم تو کیا گیا ہے' مگر عملاً یہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے' کیونکہ سربیا کے لیے مرکز کے فیصلے ماننا ضروری نہیں' اور صدارتی کونسل کی صدارت بھی دونوں کے درمیان گردش کرے گی۔ (۳) اگرچہ دارالحکومت سرائیوو کو مسلم کروٹ فیڈریشن کے تحت متحد رکھا گیا ہے' تاہم سربوں کو کچھ اضلاع میں مقامی اداروں پر انتظامی اختیار حاصل رہے گا۔ (۴) انتخابات میں' جو ۱۹۹۶ میں کسی وقت بین الاقوامی نگرانی میں کرائے جائیں گے' رائے دہندگان کو اپنے اصل رہائشی علاقوں میں ووٹ دینے کا حق تسلیم کیا گیا ہے' مگر لاکھوں مسلمان جو گھروں سے نکالے گئے ہیں ان کے وہاں پہنچنے کی کوئی ضمانت نہیں دی گئی۔ اس لیے ان کو اپنے گھروں کو واپس لوٹنے کی اجازت بے معنی ہے۔ (۵) جن جنگی مجرموں پر الزام ثابت ہو جائے گا انھیں انتخابات میں حصہ لینے یا فوج میں خدمات سرانجام دینے سے روک دیا جائے گا (مگر کب اور کس طرح ثابت ہو گا' یہ طے نہیں)۔ (۶) نیٹو کی کمان میں ۶۰ ہزار امن فوجی فراہم کیے جائیں گے' جو بوسنیا کی سرحدوں کا دفاع کرنے میں مدد دیں گے۔ (۷) یوگوسلاویہ پر عائد اقتصادی پابندیاں اٹھالی جائیں گی جس کا فائدہ فوراً ہو گا۔ اسی طرح بوسنیا پر عائد اسلحی پابندیاں بھی اٹھالی جائیں گی' مگر اس کا فائدہ پہنچنا ممکن نہیں۔ اسلحہ کون فراہم

کرے گا' اور اس میں کروٹ برابر کے شریک ہوں گے۔

معاہدہ کیوں کر ہوا؟ سرب اور کروٹ دونوں نے بوسنیا میں نسلی طور پر "خالص" اپنی اپنی ریاستوں کے مکروہ عزائم بڑی حد تک مکمل کر لیے تھے۔ کروشیا نے تقریباً اپنا پورا علاقہ حاصل کر لیا ہے' اور بوسنیا میں مسلمانوں کے برابر وزن بھی ۲۱ فی صد سربوں کو بھی ۴۹ فی صد علاقے پر قبضہ حاصل رہے گا۔

یورپ کے بجائے امریکہ کیوں کامیاب ہوا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یورپ کی طرح امریکہ اسلام دشمنی میں کچھ کم نہیں۔ دونوں کے مقاصد حاصل ہو چکے تھے' امریکہ مسلمانوں کو کروٹوں کے ساتھ نتھی کر چکا تھا' صدر کلنٹن کا انتخاب سر پر ہے' امریکہ کے پاس طاقت بھی ہے' اپنے عالمی مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے حل کرنا ضروری تھا' بوسنیا میں دنیا کے مختلف ممالک سے مجاہدین بھی اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کی مدد کرنے کے لیے پہنچے ہوئے تھے۔ جن کو نکالنا مغربی مسیحی دنیا کی حد متعصبانہ اور ظالمانہ روش نے مسلمانان بوسنیا میں نفرت کی چنگاری بھڑکا دی تھی' اور پھر ان میں اپنے ملت اسلامیہ کا ایک جزو ہونے کا احساس پیدا ہو گیا تھا جس سے بوسنیا میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ شروع ہو گئی تھی۔ یہ معاملہ یورپ کی نسبت امریکہ کو زیادہ خوفزدہ کر دینے والا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کرتے ہوئے معاہدہ کروا ڈالا۔

معاہدے کے نقائص : (۱) مسلمان مہاجرین کا اپنے گھروں کو واپس جانے کا حق ایک کاغذی کاروائی سے زیادہ وزن نہیں رکھتا۔ (۲) بوسنیائی سربوں اور مسلم کروٹ اتحادیوں کو عسکری اعتبار سے ایک مقام پر لانے کا طے کیا گیا ہے۔ مگر اس کی قابل عمل صورت اس کے سوا کچھ نہیں کہ مسلمانوں کو عسکری اعتبار سے سربوں کے ہم پلہ بنایا جائے۔ امریکہ نے یہ کہا ہے کہ وہ بوسنیا کی فوج کو تربیت دے گا۔ (۳) ایک ایسے خطے میں آزادانہ انتخابات ممکن نہیں جہاں بڑی بڑی آبادیوں کو ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے۔ (۴) سرب رہنما اعلان کر رہے ہیں کہ وہ سرائیوو کے سرب اضلاع کو مسلم کروٹ فیڈریشن کے حوالے نہیں کریں گے' خواہ خون کے دریا بہہ جائیں۔ منصوبے کا یہ حصہ نافذ ہونا محال ہے۔

وزیراعظم بوسنیا حارث سلاجچ نے اس معاہدے کے بارے میں کہا ہے کہ: "ہمیں کاغذوں پر تو امن نصیب ہو گیا ہے مگر اصل ضرورت اس پر عمل درآمد کی ہے"۔ بوسنیائی صدر علی عزت بیگووچ نے کہا ہے کہ "ہمارے مطالبات میں سے ۸۰ سے ۹۰ فی صد ہمیں مل گیا ہے"۔ مغرب کے اتنے دھوکے کے بعد اگر مسلمان واقعی یہی کہتے ہیں تو اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا' سربوں کا

ردعمل حسب سابق معاندانہ اور جارحانہ ہے حالانکہ جارح اور قابض، سرب ہیں۔کروشیا کے حکام اس معاہدہ پر سب سے زیادہ خوش ہیں۔اس امن معاہدے میں کامیاب ہونے والے وہ لوگ ہیں جو قتل عام، نسلی صفائی اور تباہی و بربادی کے سنگین جرائم کے مرتکب ہیں۔شکست خوردہ وہ ہیں جو عوام کو امن اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو ایک جگہ اکٹھا رکھنا چاہتے ہیں۔سابق یوگوسلاویہ کے صدر ملاسوچ کو مغرب نے جنگی مجرم قرار دیا تھا، مگر اب اسے داعی امن کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔ بوسنیائی سرب رہنما کرانچ کو یہی مشورہ دیا جارہا ہے کہ وہ اس منصوبے کو تسلیم کرلے تو اسے جنگی مجرموں کی فہرست سے نکالا جاسکتا ہے۔حقیقتاً مغرب کی پالیسی ہر جگہ یہی رہی ہے کہ وہ ظالموں کی خفیہ یا اعلانیہ اس قدر حمایت کرتا ہے کہ مظلوم تنگ آکر ہر اس حل کو قبول کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں جس کا وہ عام حالات میں تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔پھر ظالموں کو امن پسند ہیرو بنا کر پیش کر دیا جاتا ہے۔

مثلاً، یاسر عرفات کل تک مغرب کی نظر میں امن کا دشمن اور دہشت گرد تھا۔مگر جب فلسطین میں حماس نے زور پکڑا تو یاسر عرفات کو ہیرو بنا کر مقبوضہ فلسطین کا محض ۴ فی صد علاقہ وہ بھی جزوی طور پر خود مختار حیثیت میں، حوالے کر دیا گیا اور حماس کو دہشت گرد قرار دے دیا۔افغان پہلے مجاہد اور اب دہشت گرد قرار پائے۔صدام حسین جب تک ایران کے خلاف جارحیت کرتا رہا اس وقت تک اس کی حمایت جاری رہی مگر پھر کویت پر چڑھائی کروا کے اسے ہٹلر قرار دے دیا گیا۔

امریکہ نے اپنی فوجیں بھیجنے کو بوسنیا کی طرف سے اس وعدے کے ساتھ مشروط کیا ہے کہ وہ ان مسلم مجاہدین کو بوسنیا سے نکال دے گا جو مظلوموں کی مدد کو دنیا کے مختلف خطوں سے آئے تھے۔ امریکہ یہ قیمت تو وصول کرلے گا، پھر امن خواہ قائم نہ ہو۔

اس معاہدے کے ذریعے سے ظلم و ستم، قتل و غارت گری، نسل کشی اور نسلی تطہیر کو مغربی دنیا نے سند جواز عطا کر دی ہے۔وہ علاقے جو جنگ سے قبل بھاری مسلم اکثریتی شہر تھے، ان پر سربوں کا قبضہ تسلیم کر لیا گیا ہے۔۲ لاکھ نہتے اور معصوم و بے گناہ شہریوں کے قتل عام کے باوجود سربوں کو اس دھرتی سے نوازا جارہا ہے جہاں انھوں نے یہ قیامت ڈھائی۔سربوں کو ۸۰ ہزار مسلم خواتین کی عصمت دری کا انعام دیا جارہا ہے---- اس بنیاد پر کہ اس کے بغیر امن کا قیام ممکن نہیں۔

بوسنیا میں جنگ کبھی نہیں رکے گی۔محض سرب ہی جنگ کو دوبارہ شروع نہیں کریں گے بلکہ وہ کروٹ بھی جو اس وقت بظاہر مسلمانوں کے اتحادی ہیں، جنگ دوبارہ چھیڑیں گے۔